

Binte Hawaa Edit



NEW ERA MAGAZINE

Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

از عینا بیگ

تو دل نہ کر سکا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تودل سے نہ اترسکا

از عینابیگ

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین



"مجھ پر اعتبار کر زیادہ نہیں کاٹوں گا۔" وہ قینچی لیے اس کے مونچھوں پر قینچی چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"نہیں بلکل نہیں! میں اس بات کی بلکل اجازت نہیں دے سکتا۔"

"بھائی پر بھروسہ رکھ! "میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر یقین دلایا۔"

"پچھلی بار بھی کیا تھا پوری مونچھیں کاٹ دی تھیں کمینے تو نے! میں خود سیلون جا کر سیٹ کروالوں گا۔" وہ اس سے جتنا پیچھے ہٹنے کی کوشش کر سکتا تھا، کر رہا تھا۔

"اس بار تو ایسی کاٹوں گا کہ اگلی بار سیلون جانے کے بجائے میرے پاس آئے گا!"
نجانے اسے کیا ضد لگی تھی کہ خود ہی قینچی لیے ساویز کے سر پر کھڑا ہو گیا تھا۔ ساویز نے نگاہ اٹھا کر اسے گھور کر دیکھا۔

"ذرا بھروسہ نہیں ہے تم پر لیکن چلو اس بار دیکھ لیتے ہیں۔" اسکا کہنا ہی تھا کہ میرے اسکی مونچھوں پر قینچی چلانی شروع کر دی۔ ساویز آنے والے وقت سے گھبرانے لگا۔ وہ کسی ماہر کی طرح قینچی چلا رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ میں ہی وہ اپنا کام کر چکا تھا۔

"آئیے میں دیکھ آؤ! خود کو دیکھ کر سیلون بھول جاؤ گے۔" ایک فخر سے کہتے ہوئے وہ دور ہٹا۔ ساویز کو اسکی زبان پر ذرا اعتبار نہیں تھا۔ ایک نگاہ اس پر ڈال کر وہ اسکے کمرے

کی جانب بڑھا۔ میرا لرا اونچا کرتے وہیں دروازے سے ٹیک لگائے اسے اندر جاتے دیکھنے لگا۔ ساویز خود کو آئینے میں کچھ جھک کر بغور دیکھ رہا تھا جبکہ اپنی بکھری شیو پر ہاتھ پھیر کر مسکرایا۔ اب وہ ساویز کے لبوں سے اپنے لیے تعریف سننے کا انتظار کر رہا تھا۔

جواب تو نہ آیا البتہ ساویز میز سے چابی اٹھاتا خود چل کر باہر آگیا۔ اسکو ایک نظر کھا جانے والی نظر سے دیکھتے ہوئے اپنا رخ باہر دروازے کی جانب کر لیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" میر نے حیرانی مظاہرہ کیا۔

"سیلون!!" چبا کر لفظ ادا کیا اور اسے گھور کر باہر نکل گیا۔ میر کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"کیا واقعی اتنی بری ہے؟" اسے یقین نہ آیا۔ ساویز کا دل چاہا پلٹ کر پوچھے کہ اس میں اچھا کیا ہے؟ ایک طرف سے کم زیادہ کاٹ کر وہ اپنے کس ہنر پر خوش ہو رہا تھا۔۔۔ مگر بغیر ر کے اور کچھ کہے وہ باہر نکل گیا جبکہ میر اس کے انداز پر ہنس پڑا۔



"وہ ایک بھاری جائیداد ہے عفت جس پر بھائی جان قبضہ کر بیٹھے ہیں۔ مجھے نہیں پتا تھا زندگی یہ رخ بھی دکھائے گی کہ ہم اس قدر مجبور ہو جائیں گے اور لوگ ہمارا فائدہ

اٹھائیں گے۔ بھائی جان یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم غنایہ کی شادی انکے بیٹے سے نہیں کروائیں گے اس لیے انہوں نے جائیداد کی شرط رکھی۔ "ابراہیم کے ساتھ بیٹھے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے بولے۔ ماتھے پر پریشانی کی شکنیں نمودار تھیں۔ آج تک وہ حق ان کو نہ دیا جاسکتا جس پر ان کا بھائی دس سال سے قبضہ کر کے بیٹھا تھا۔ انکے اس چھوٹے گھر کے مقابلے میں بھائی صاحب کا گھر بڑا اور عالیشان تھا۔ پچھلے کچھ سال تک وہ اپنے حق کے لیے کبھی نہ بولے مگر انہیں اب ضرورت تھی۔

"مگر ہمارے لیے غنایہ زیادہ اہم ہے۔ ان سے ہمارا اللہ حساب لے گا۔" عفت نے ان کے پریشان چہرے کو دیکھا۔

"اس بار وہ آئیں تو آپ منع نہیں کریں گی۔ جو بھی کہوں گا میں کہوں گا۔" انہیں غصہ بھی تھا جس کا اظہار وہ کر نہیں پا رہے تھے۔

"آپ کو لگتا ہے کہ وہ آوارہ لڑکا اسکا پیچھا چھوڑے گا؟ مجھے خوف ہے ابراہیم۔ میں آنے والے وقت سے بہت ڈر رہی ہوں۔" طرح طرح کے خدشے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

"ہم غنایہ کی شادی کر دیں گے۔" اس پریشانی میں ایک یہی حل نظر آیا۔ وہ چونک سی گئیں۔

"کیا مطلب؟"

"ہاں ہم غنایہ کی شادی کر دیں گے۔۔ اپنی بیٹی کو تکلیفیں میں نہیں دے سکتا۔ کہیں ہماری مجبوری اسے نہ کھا جائے۔ اب جو بھی اچھا رشتہ آئے اس پر غور و فکر کیجیے گا۔" پریشانی کے مارے سر جھک سا گیا۔ عفت کے دماغ میں اب بھی کئی سوالات تھے۔

"آپ کو لگتا ہے ایسے بھائی بھابھی اور باصم کو علم نہیں ہوگا؟ جھگڑے بڑھ جائیں گے اور اس بد معاش سے کوئی امید بھی نہیں کہ وہ کیا کر بیٹھے۔"

"بھلے رخصتی فوراً نہ ہو مگر ہم سادگی سے نکاح پڑھا دیں گے۔ ایک باریہ کسی سے منسوب ہو جائے گی تو ہمیں تسلی ہو جائے گی۔ جب کسی کو بتائیں گے ہی نہیں تو کیسے محلے والوں کو علم ہوگا؟ خاموشی سے بیاہ دیں گے۔" انہوں نے گویا بات ہی ختم کر دی۔ غنایہ جو چائے کے برتن اٹھانے آئی تھی انکی بات پر خاموش رہی تھی۔ اسے رونا نہیں آیا اور نہ دکھ ہوا۔ اسکے مطابق شاید یہی فیصلہ درست تھا۔ عفت نے اسے بغور دیکھا کہ کہیں وہ یہ بات سن کر اس تو نہیں تھی۔ غنایہ نے ماں کو دیکھتے ہوئے پریشان ہوتے باپ کے آگے سے خالی مگ اٹھایا۔

"کچھ چاہیے ابا؟" انکے ماتھے پر دکھ و تکلیف کی لکیریں غنایہ کا دل چیر گئی۔

"نہیں بیٹا۔" جھکاسرا سکی آواز پراٹھا تھا۔ چہرے پر جھریاں واضح ہو رہی تھیں۔ اسے یہ سوچ کر بے جا رونا آیا کہ اس کا باپ بوڑھا ہو رہا ہے۔

"آپ کہیں گے تو میں یونیورسٹی جانا چھوڑ دوں گی۔" اس نے خاموش بیٹھے باپ کو دیکھ کر آزر دگی سے کہا۔ ابرار نے تیزی سے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"میں جانتی ہوں آپ میرے حوالے سے بہت پریشان ہیں اور طبیعت بہت خراب رہنے لگی ہے۔ آفس سے آج کل بہت جلدی آرہے ہیں۔ اگر میں باہر جانا چھوڑ دوں گی تو باصم سے سامنا نہیں ہوگا۔ تائی اماں بار بار آکر آپ لوگوں پر چیخیں گی نہیں اور باصم دھمکیوں سے باز آجائے گا۔" نجانے اس نے یہ سب کیوں سوچا تھا۔ ہاں وہ بہت کم ہمت تھے مگر اتنا نہیں کی بیٹی کی پڑھائی چھڑوا دیتے۔

"نہیں غنایہ پڑھائی نہیں! تم اپنی پڑھائی نہیں چھوڑو گی۔ اسکی ضرورت نہیں۔ جلد از جلد ہم تمہاری شادی کر دیں گے۔ پھر اگر تم چاہو تو بعد میں پڑھائی جاری رکھ سکتی ہو۔"

اس گھر کے مکینوں میں ہمت اور حوصلے کی کمی تھی۔ غنایہ برتن سمیٹ کر اندر کی جانب بڑھ گئی جبکہ عفت نے کچھ سوچ کر ابرار کو دیکھا تھا۔

"پھر میں مومنہ خالہ سے رشتے کے لیے بات کر لیتی ہوں۔ وہ اب بھی اپنے بیٹے سعدان کے حوالے سے جواب مانگتی ہیں۔" انہیں یکدم ہی خیال آیا تھا۔ ابرار نے اثبات میں سر ہلا کر نگاہ دوسری جانب مرکوز کر لیں۔ عفت پیر میں چپل گھساتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔



"اس فائل پر میں نے کل ہی کام کر لیا تھا سر!" وہ اپنے سٹم پر کام کرتی پیچھے کھڑے مینجر کو اپنا کام دکھا رہی تھی۔

"یہ کیا ہے؟ ان صفحوں کا کیا کروں میں؟ مجھے پراپر ڈاکو منٹس چاہئیں۔" مینجر کے ہاتھ میں تین چار صفحے موجود تھے جو اس نے میز پر مارے تھے۔ اسکے چیخنے کی آواز عاشی کے کان پھاڑ رہی تھی۔

"پراپر؟ تو یہ اور کیا ہے سر۔۔۔؟"

"یہ تین چار بکو اس صفحے؟؟ یہ دکھاؤں گا میں باس کو؟؟؟"

"یہ بکو اس نہیں ہیں۔ میں نے ان پر بہت کام کیا ہے سر!" اسکے یوں بکو اس کہنے پر عاشی کا دل برا ہوا۔

"تو تم مجھے سکھاؤ گی؟ یا تمہیں مجھ سے زیادہ معلوم ہے؟ چنے بیچتا ہوں میں کیا؟" اسکی فائل میز پر پٹخ کر کہتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا۔ (چنے تو نہیں بیچتا البتہ دماغ بیچ آیا ہوں) اس کی زبان میں کہتی وہ دانت کچکا کر دل میں بولی۔ اپنے ڈاکو منٹس سمیٹ کر اس نے فائل میں لگائے۔

"اگر تم کہو تو یہ کام میں کر سکتا ہوں۔" اسکے کانوں میں پیچھے سے مردانہ آواز پڑی۔ بیزاریت سے سانس خارج کر کے اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔ وہ اپنی کرسی سے ٹیک لگائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"نہیں شکریہ۔۔" مختصر جواب دے کر کام میں مصروف ہو گئی۔
 "ایک بار سوچ لیں۔ باس کو یہ کام ایک گھنٹے میں چاہیے اور آپ کو یہ ڈاکو منٹس ابھی بھی سمجھ نہیں آرہے۔" عاشی نے آبرو اچکا کر اسے دیکھا جس کی نظریں اس پر ہی ٹکی تھیں۔ اس کا یوں دیکھنا عاشی کو کبھی نہیں بھایا۔

"یہ کام میرا ہے مسٹر رافع اور اسکی ذمہ داری مینجر نے مجھے سونپی ہے۔ اس لیے یہ میں ہی کروں گی۔" اس کا لہجہ قدرے سنجیدہ تھا۔ (اپنا کام ہوتا نہیں ہے میرا کرے گا) وہ دانت پیس کر صرف سوچ ہی سکی تھی۔ اپنے سسٹم پر متوجہ ہونے کے بعد بھی اسے رافع کی نگاہوں کی تپش اپنی پشت پر محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کا یوں بہانے بہانے

سے بات کرنے کا موقع ڈھونڈنا، بار بار تکتے رہنا جیسے وہ آفس ہی اس لیے آتا ہو، عاشی کو غصہ دلاتا تھا۔ جانے کیوں وہ اس سب کے باوجود بھی کچھ بول ہی نہ پاتی تھی۔ ایک عجیب سا ڈر تھا جس کے باعث وہ کبھی کچھ نہ کہہ سکی۔ اس نے سامنے لگے وال مرر سے اپنے پیچھے رافع کو دیکھا جو اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے الجھن سی محسوس ہونے لگی تو جلدی جلدی کام مکمل کرنے لگی تاکہ بریک پر جاسکے۔



"دو دن پہلے ہی مومنہ خالہ سے میری ہو گئی تھی۔ آج انکا جواب آیا ہے۔" عفت مطمئن تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپ نے غنایہ کے حوالے سے بات کی؟" وہ آفس سے لوٹے تھے۔

"میں انہیں صاف لفظوں میں کچھ کہہ نہ سکی۔ جب اتنا بتایا کہ غنایہ کا رشتہ تلاش کر رہے ہیں تو انہوں نے سعدان کی بات کر دی۔ میں نے کہا کہ ابرار سے اس بات کا اظہار کروں گی۔ آپ نے سعدان کی انکواری کروانے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ ہم مزید دیر نہیں کر سکتے۔"

"ہاں عفت۔۔ یہ سب مجھے ہی کرنا ہے۔ وہ بھی ہو جائے گی۔۔ فالحال انہیں گھر آنے کا کہو۔ میں سعدان سے سامنے بیٹھ کر کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" اپنی ٹائی ڈھیلی کر کے

کسی تھکاوٹ سے بتایا گیا۔ اس عمر میں دودو، تین تین پبلک بسیں بدل کر آنا بے حد تھکا دینے والا کام تھا۔

"وہ لڑکا ڈاکٹر ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا ان سے کیسے کہوں کہ ہم غنایہ کی جلدی شادی کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ کہیں یہ اتنا اچھا لڑکا ہاتھ سے نہ نکل جائے۔"

"اندر کی بات کون جانتا ہے عفت بیگم! صرف ایک اچھا لڑکا ہونا کافی نہیں ہوتا۔ غنایہ کا جہاں نصیب ہوگا، راستے وہیں بنتے جائیں گے۔" دن بھر کی تھکن اور پھر باصم کی وجہ سے پریشانی انہیں نڈھال کر گئی تھی۔

"آپ انہیں دودن بعد بلا لیں۔" چھوٹی سی سنگھار میز پر اپنا والٹ رکھ وہ پلٹ ہی رہے تھے جب آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے کے باعث وہ کچھ لڑکھڑائے۔ عفت تیزی سے ان کی جانب بڑھیں۔

"میں ٹھیک ہوں۔" ایک ہاتھ اٹھا کر انہیں تسلی دیتے ہوئے وہ میز کے سہارے جمے کھڑے تھے۔ چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہوئے۔

"آپ پریشانیوں کو خود پر حاوی کر رہے ہیں جس کی وجہ صحت بہت متاثر ہو رہی ہے ابرار!" انکا دل کٹ کر رہ گیا۔ شوہر کا ساتھ انکے لیے سب سے زیادہ محفوظ تھا۔

"دعا کریں یہ پریشانیاں ختم ہو جائیں ورنہ یہ ہمیں ختم کر دیں گی۔" بمشکل بستر پر پہنچ کر وہ بیٹھے تھے۔ چہرے کی جھریاں مزید واضح ہوئی تھیں۔۔ آج وہ اپنی عمر سے زیادہ بوڑھے لگ رہے تھے۔ عفت نے لب بھینچ لیے۔۔



"تمہارے موبائل میں وہ تصویر کس لڑکی کی ہے؟" اسکے آگے چائے کا کپ رکھتے ہوئے وہ مصنوعی بے نیازی سے بولی۔ میر نے آنکھوں کے آگے سے اخبار ہٹایا۔

"تصویر؟ میرے موبائل میں کس لڑکی کی تصویر ہوگی بھلا؟" وہ قدرے حیرانی سے بولا۔ رومانے اسے بغور دیکھا۔

میر آفس سے ملے جانے والے بریک سے تھوڑی دیر کے لیے اماں کے گھر آ گیا تھا۔ پندرہ منٹ میں اسے پھر جانا تھا۔

"پچھلے اتوار جب میں نے اپنی پسندیدہ سیریز دیکھنے کے لیے تمہارا موبائل کھولا تھا تو گیلری میں ایک لڑکی کی تصویر دیکھی تھی۔" اسے ہر حالت میں اس سوال کا جواب چاہیے تاکہ سو میہ کو آگاہ کر سکے۔

"نہیں ایسا کیسے ممکن ہے۔" اسکے لیے یہ واقعی حیرت کی بات تھی۔ موبائل جیب سے نکال کر اس نے تصویروں کی گیلری کھولی اور چیک کرنے لگا۔

"نہیں نیچے نہیں۔۔۔ وہ تصویر بہت اوپر تھی میری۔۔۔ کافی سالوں پرانی۔۔۔" اسکی باتوں کے اشارے بھی میر کو یاد نہیں دلا سکے۔۔۔ میر نے اسکے کہے کے مطابق عمل کیا۔

"ہاں بس یہی! یہ رہی تصویر!" رومانے رکنے کو کہا۔

میر نے وہ تصویر کلک کر کے کھولی۔ آنکھیں گویا اس پر ٹھہر سی گئیں۔

"کون ہے یہ؟" رومان کی آواز پر وہ گڑ بڑایا۔

"نہیں کوئی نہیں۔۔۔ پتا نہیں کہاں سے آگئی۔ بہر حال میں تمہیں بتانا چاہوں گا کہ تم چائے میں چینی ڈالنا بھول گئی ہو۔" اسکے ہاتھ میں جلدی سے چائے پکڑا کر کچن کی جانب بھجوا دیا۔

موبائل پر متوجہ ہو کر اس نے ایک آخری بار وہ تصویر دیکھی۔ لبوں پر مسکراہٹ آئی اور جیسے قہقہہ چھوٹ گیا۔ وہ زور سے ہنس پڑا۔۔۔ جیسے اسے ماضی یاد آیا ہو۔۔۔ ایک ہنستا مسکراتا نادان ماضی!

اس نے وہ تصویر موبائل سے ڈیلیٹ نہیں کی تھی۔۔ بلکہ موبائل آف کر کے جیب میں رکھ لیا تھا۔ یہ تصویر کتنے سالوں پہلے اس نے خود محفوظ کی تھی اور اتنے عرصے میں وہ یہ سب بھول بھی چکا تھا۔ کچن سے باہر آتی روما اس کی ہنسی کی آواز پر شک میں مبتلا ہوئی تھی۔ ضرور کوئی نہ کوئی تو ماجرا تھا۔۔



ایک ہفتہ مزید گزر گیا۔ معمول کے مطابق اس نے پرفیوم خود پر چھڑکتے ہوئے کوٹ پہنا۔ ہلکی ہلکی شیو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے دراز سے گھڑی نکالی تھی۔ آج وہ اپنے وقت سے لیٹ آفس جا رہا تھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ وجاہت پر اسکی بات کا اثر بھی ہوگا آج ایک ہفتے سے اوپر ہونے کو آیا تھا مگر اسکا نام و نشان کہیں نہیں تھا۔ نہ وجاہت اور نہ اس کے آدمی۔۔۔ پہلے پہل تو یہ سوچ کر اسے کافی حیرانی ہوئی کہ بھلا ایسے کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وجاہت خود پیچھے ہٹ جائے؟ نہ کوئی کال؟ نہ کوئی وار؟ مگر پھر وہ خود کو ہی فراموش کرواتا باہر نکل گیا۔ اسکا کچھ دنوں سے ذہن کنفیوز تھا۔ وہ آج کل ویسے بھی شادی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ بارہنچ رہے تھے اور سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ گاڑی تیز رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔ موبائل پر کال آئی تو

وہ رفتار ہلکی کرتا کال اٹھانے لگا۔ آستین کے کف فولڈ ہو کر کچھ اوپر چڑھے ہوئے تھے۔

"ہیلو؟" دوسری جانب میر کی آواز ابھری۔

"ہمیں ملنا چاہیے۔" میر سے بات ہوئے پورے آٹھ دن گزر چکے تھے۔ وہ نہ اس سے مل پایا تھا اور نہ کسی قسم کی بات کر پار ہا تھا۔ کچھ میر کی خراب روٹین تھی اور کچھ ساویز کی مصروفیات۔۔

"لنچ پھر گز نہیں! میں پہلے ہی آفس لیٹ جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں تمہارے لنچ کا وقت ہو جائے گا اور یوں آفس اتنی جلدی چھوڑ کر نکلنا ٹھیک نہیں رہے گا۔" موبائل اسپیکر پر تھا۔ ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر اور دوسرا کئیر پر جمالیا۔

"میرے پاس وقت نہیں ہوتا جانتے ہونا؟ دوست کے لیے خود بھی وقت نکال لیا کرو۔" میر مسکرا رہا تھا۔

"ہاہا۔۔ میرے پاس تمہارے سوا کوئی ہے کیا؟ بابادوسال سے سنگاپور میں ہیں اور ان سے کچھ خاص رابطہ نہیں۔" وہ آنے والے وقت سے بے خبر سکون سے گاڑی چلا رہا تھا۔

"دیکھو میں بتا رہا ہوں ابھی بھی موقع ہے مان جاؤ۔ ایسا نہ ہو تمہیں لہجہ و جاہت سلطان کے ساتھ کرنا پڑ جائے۔" اسے دھمکی دیتا وہ اپنی منوانے لگا۔ ساویز کا ہتھکڑا اس کا دل مزید جلا گیا۔

"وجاہت کے پورا ہفتہ آثار نہیں رہے۔ مجھے لگتا ہے کہ میری باتیں اس پر اثر کر گئیں۔" وہ یہ بات سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"چھ ماہ میں جو شخص بات نہ سمجھا وہ اب کیسے سمجھ سکتا ہے ساویز! اسے اتنی جلدی چین نہیں آئے گا۔ تم دیکھنا وہ۔۔" وہ ابھی جملہ مکمل کرتا کہ دوسری طرف تیز آواز اور ساویز کے چیخنے پر بوکھلا گیا۔

دوسری گاڑی نے بری طرح اسے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف ہٹ کیا تھا۔

"شٹ!!" ساویز قوت سے چلایا۔ ڈرائیونگ سیٹ کی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ کر اسکے ہاتھ پر گرا۔ موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر گر چکا تھا۔ اس نے مڑ کر تیزی سے دائیں طرف دیکھا جہاں اسے وہی گاڑی نظر آئی۔ وہ گاڑی اور وہی دو آدمی اور ساتھ ہنستے چہرے۔۔ اسکے چہرے پر گویا پورا جسم خون جمع ہو گیا ہو۔ یہ جھٹکا اتنی زور کا تھا کہ ساویز کو بھی سب سمجھنے میں تھوڑی دیر لگی۔ وہ ر کے نہیں تھے گاڑی بھگاتے ہوئے آنکھوں سے او جھل ہو گئے تھے۔ بازو سے نکلتا خون اسے کراہنے پر مجبور کر گیا۔

سڑک پر اکادکا ہی گاڑیاں تھی۔ ہاتھ کی تکلیف اسے مزید ڈرائیونگ کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔ وہ سیٹوں کے درمیان پھنسے موبائل کو اٹھا کر میر کی کال چیک کرنے لگا۔ وہ اب بھی لائن پر تھا۔

"ہیلو؟" آواز میں تکلیف واضح تھی۔ میر کا دل بھاری ہوا۔

"تم۔۔۔ تم ٹھیک ہونا؟؟؟" وہ جانتا تھا یہ کوئی حادثہ نہیں۔۔۔۔

ساویز دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

"ہاں بس بازو میں کانچ چبھ گئی ہے۔ مزید ڈرائیو نہیں کر سکتا۔" ہاتھ کو کھینچتا ہوا سیدھا کرتے ہوئے وہ مستقل تکلیف سے دوچار ہو رہا تھا۔

"اللہ تمہیں غارت کرے و جاہت! مجھے اپنی لوکیشن بھیجو۔"

"میں ٹھیک ہوں میر! کچھ فاصلے پر ہی ہسپتال ہے وہاں سے پٹی کروالوں گا۔" گاڑی وہیں چھوڑ کر وہ کنارے پر آیا۔ اس کا حلیہ اتنا بگڑ چکا تھا کہ اسکے لیے اب گھر جانا ہی بہتر تھا۔ کندھے کے ذریعے کان پر فون لگایا ہوا تھا۔ اسکی سیاہ شرٹ میں خون جذب ہو رہا تھا۔ آستین کھول کر پوری نیچے کر لی گئیں۔

"تم زخمی ہو! میں کیسے چھوڑ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں؟" اسکے برعکس ساویز

کی نظریں اس شخص پر تھیں جس کا چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہو رہا تھا۔

"میر میں نے کہنا نا اسکی ضرورت نہیں۔۔ میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔"

نگاہیں اس پر ہی ٹکی تھیں۔ کال کاٹ کر اس نے موبائل جیب میں رکھا اور سنبھلتا ہوا اس شخص کی جانب بڑھا۔

"آپ ٹھیک ہیں سر؟" وہاں ارد گرد کوئی اور بھی نہیں تھا کہ ساویزا نہیں اس شخص کا حال پوچھنے کا کہہ کر ہسپتال چلا جاتا۔ اس بوڑھے آدمی نے ساویز کو دیکھا اور نڈھال پن سے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا کہ وہ اچھا محسوس نہیں کر رہے۔

"آپ کا گھر کہاں ہے؟" وہ آدمی آفس کے حلیے میں معلوم ہو رہا تھا۔

"م۔۔ میں پیچھے والی گلی میں۔۔۔" وہ ابھی مزید بولتے کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے کی وجہ سے لڑکھڑا گئے۔ ساویز نے تیزی سے انکا بازو تھاما اور ساتھ کھڑا کیا۔

"آپکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سر۔۔ کیا آپ اپنا گھر بتا سکتے ہیں؟" اپنا زخم وہ بیکتر فراموش کر چکا تھا۔ گردن موڑ کر پیچھے ایک نظر اپنی گاڑی دیکھی جس کا دروازہ دب چکا تھا اور شیشہ بکھرا ہوا تھا۔ گاڑی میں لے جانا نہیں ٹھیک نہیں تھا۔ بازو پیچھے سے اپنے گلے میں ڈال کر وہ نہیں لیتا آگے بڑھنے لگا۔

"میں اب بہتر محسوس کر رہا ہوں بیٹا۔" انکی آنکھیں کمزوری کے باعث تھوڑی سی کھلی تھیں۔

"لگتا ہے آپ اپنا خیال نہیں رکھتے سر! یوں چکر آجانا اچھی علامت نہیں۔" وہ مضبوط چوڑا مرد مضبوطی سے انہیں سہارا دیے آگے بڑھ رہا تھا۔

"کوئی خود کو کیسے تکلیف پہنچا سکتا ہے۔" تھکا تھکا سا انداز۔۔ ساویز خاموش رہا۔ گھر واقعی دور نہیں تھا۔ پچھلی گلی کے پہلے گھر کے آگے کھڑے ہو کر اس نے بوڑھے شخص کو اس کے کہنے پر چھوڑا۔

"تمہارا شکر یہ بیٹا۔" وہ اب خود کو بہتر محسوس کر رہے تھے۔ عفت نے دروازہ کھولا تھا اور اب دونوں کو حیرانی سے دیکھ رہی تھیں۔

"آپ ٹھیک ہیں نا برابر؟" انکے تاثرات دیکھ کر وہ گھبرا گئی تھیں۔

"ہاں بس آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا تھا۔" وہ بیوی کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"انہیں اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے۔" ساویز نے گفتگو میں حصہ لیا۔

"مجھے افسوس ہے میں آفس نہیں جاسکا۔" اس مہینے یہ ان کی تیسری چھٹی تھی اور وہ
 جب کھوجانے کے ڈر سے پریشان تھے۔
 "سر صحت مندی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔" وہ انہیں مجبور باپ کی طرح معلوم ہوا۔
 "لیکن پریشانیاں اچھی صحت کو کھا لیتی ہیں بیٹا۔" آواز میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔
 "تمہاری ماں نے تمہاری پرورش بہت اچھی کی ہے۔" وہ اس کا جتنا شکر ادا کرتے کم تھا۔
 ساویز محض مسکرایا تھا۔

"تم آفس کے حلیے میں معلوم ہو رہے ہو۔ مجھے معاف کرنا۔ میری وجہ سے تمہیں
 تاخیر ہو گئی۔"

"نہیں اسکی ضرورت نہیں۔۔ میں کوئی ملازم نہیں کہ تاخیر ہونے پر میری خبر لی جائے
 گی۔" وہ ہلکا سا ہنسا۔ "اپنی کمپنی کا مالک ہوں اس لیے بے فکر رہیں۔ مجھے آپکی مدد کر
 کے بہت اچھا لگا۔ آپکو اندر جا کر آرام کرنا چاہیے۔" اسکا کہنا تھا کہ ابرار کی آنکھیں
 پوری کھل سی گئیں۔ کیا انکے گھر کسی کمپنی مالک آیا تھا؟ انہیں اندر سہارا دے کر وہ خود
 لایا تھا۔ گھر میں کوئی مرد موجود نہیں تھا اور عفت کے سہارے اندر آنا مشکل تھا۔ چھوٹا
 سا گھر مگر نفاست سے بھرپور۔۔ چھوٹے کمرے اور چھوٹا سا صحن۔۔ گھر میں رکھی

چیزوں سے اسے اس بات کا تو اندازہ ہو ہی چکا تھا کہ کمانے والا ایک آدمی ہے۔۔ اور
مرد جب اکیلا کمار ہا ہو تو وہ اپنی خواہشات اور ضروریات نہیں دیکھتا۔

"میرے پاس وقت ہوا تو میں دوبارہ آؤں گا۔ آپکو ڈاکٹر کی بے حد ضرورت ہے۔"
شاید یہی درست تھا۔ اس کی سیاہ آستین نیچے تک تھی تاکہ خون نظر نہ آئے۔۔ وہ ان
کی تکلیف میں اپنا درد بھول گیا تھا۔

"اس مہربانی کی کیا ضرورت ہے بیٹا۔" وہ شرمندہ ہونے لگے۔

"سریہ میں اپنی خوشی سے کر رہا ہوں۔ جب تک طبیعت بہتر نہیں ہو جاتی آفس نہیں
جائیے گا۔" وہ ساتھ اپنا نمبر انکے پاس لکھوا چکا تھا۔

"اپنے آفس کا پتا اور اور کچھ تفصیلات مجھے میسج کر دیں۔ میں رابطہ کرنے کی کوشش
کروں گا۔" انہیں آخری بار خدا حافظ کہتا وہ اس چھوٹے سے لاؤنج سے باہر نکلتا ہوا
دروازے کی جانب بڑھنے لگا جو کھلا ہوا تھا۔ ابھی وہ وہاں پہنچتا ہی کہ ایک لڑکی جس کا
آدھا چہرہ ڈوپٹے کے پیچھے چھپا ہوا تھا اندر داخل ہوئی۔ آنکھوں میں ڈھیروں آنسو اور
ہلکی ہلکی بندھی ہچکیاں۔۔۔ وہ تیزی سے اندر بھاگی۔ ساویرا اس کی آنکھیں ہی دیکھ سکا
تھا۔ وہ ابھی حیران ہی ہوتا کہ لاؤنج سے آنے والی آوازوں نے اسے اپنی جانب متوجہ
کیا۔

"اس نے کہاتائی اماں دوبارہ آئیں گی اور اگر اس بار بھی انکار ہوا تو وہ مجھے سب کے سامنے لے جائے گا۔" اس لڑکی کی آنسوؤں کے درمیان کہنا باہر کھڑا ساویز بھی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ ہچکیوں سے رو پڑی تھی۔

"کیا وہ بد معاش پھر آیا تھا؟" ابراہار صاحب کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔ "عفت اسکا رشتہ ڈھونڈنے میں دیر نہ کریں۔ میں اپنی بیٹی کو مزید اذیت میں نہیں دیکھ سکتا۔" یہ آخری بات تھی جو ساویز نے سنی تھی اور گھر سے نکل گیا تھا۔ یاد تھا تو اس لڑکی کی روتی آنکھیں۔۔ یہ کہانی ہمارے معاشرے میں بے حد عام تھی۔۔ لڑکیوں کے پیچھے آوارہ لڑکوں کا لگنا اور پھر ماں باپ کا خوف سے اپنی بیٹی کی شادی کر دینا تاکہ لڑکی کی عزت نہ لٹ سکے۔ اس کا دل برا ہونے لگا۔ نجانے کیوں وہ اس لڑکی کو بار بار سوچ رہا تھا۔ اس نے موبائل جیب سے نکالا۔

"میں نے لوکیشن بھیج دی ہے۔ میرا ہاتھ زخمی ہے اور گاڑی بری طرح خراب۔۔ مجھے دوست کی ضرورت ہے۔ کیا وہ ملے گا؟" بھاری گھمبیر آواز میں جیسے گزارش کی گئی۔ میرا ویس اس کی بات پر مسکراتا رہ گیا۔ وہ جو پہلے خود اسے منع کر رہا تھا اب خود کال کر کے اسے مدد کے لیے پکار رہا تھا۔

"الو کا پٹھا! گالی دی گئی۔" آ رہا ہوں۔ "شاید یہ اچھا انداز تھا اس کے ماننے کا۔۔ ساویز کا تہقہہ گونجا تھا۔"



اندھیرا چار سو پھیلا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر ایک بار پیچھے دیکھا۔ دل میں خوف پھیلنے لگا۔ خدشے جنم لینے لگے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ اذیت بھر اوقت یہیں ختم نہیں۔۔

"تم کہاں ہو۔۔ مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے۔" اس نے اپنا سینہ مسلا۔ ماحول میں خاموشی اور جس کا عالم تھا۔ جیسے یہ گھر سالوں سے ویران پڑا ہو۔ دروازہ کھولنا ہی تھا کہ ایک دھیمی روشنی آنکھوں کو چندھیا گئی۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ آہستگی سے دور کیا۔ دور ایک وجود زمین پر بے جان پڑا تھا۔ آس پاس خون زمین پر پھیل رہا تھا۔ اس کی رنگت فق ہوئی۔ آنکھیں کسی صدمے سے پھٹ رہی تھیں۔ آگے بڑھنا چاہا مگر ٹانگوں نے ساتھ نہ دیا۔ لڑکھڑاتے ہوئے وہ اس بے جان وجود کے برابر گرا تھا۔ اس نے پوری قوت سے چیخ کر اسے جھنجھوڑا۔

"نہیں یہ ممکن نہیں!! ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ کوئی لڑکی تھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ رنگت سفید لٹھے کی مانند ہو رہی تھی اور آنکھیں ادھ کھلی تھیں۔ اس کے کپڑے جگہ جگہ سے ایسے پھٹے ہوئے تھے جیسے پھاڑے گئے ہوں۔ اوپر پورے وجود پر

سفید چادر ڈالی ہوئی تھی جسے وجاہت نے تھوڑا سا ہٹایا تھا۔ سینے پر لگے وار سے خون مستقل بہہ رہا تھا۔ ہری آنکھیں سرخ ہو گئیں۔۔ شدت ضبط سے۔ وہ آج صبح معنوں میں ٹوٹ کر بکھرا تھا۔ دھڑکنیں تھم سی گئیں۔ وہ پوری قوت سے تکلیف کے مارے چیخا تھا۔ ماحول کی خاموشی ٹوٹی۔ ہونٹ لرزاٹھے۔ وہ لڑکی کے وجود پر جھکا۔ لب اس کی پیشانی پر رکھے اور ہچکیاں روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ آنسو آنکھوں سے ہوتے ہوئے اس بے جان وجود پر گرنے لگے اور تب اسے احساس ہوا کہ گھر میں اس کے علاوہ بھی کوئی اور موجود ہے۔ قدموں کی چاپ اسے کچھ دور سے سنائی دی۔ یہ خون تازہ اب بھی جسم سے نکل رہا تھا۔ وہ اٹھ کر لاونج کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ قدموں کی چاپ مزید واضح سنائی دینے لگیں۔ تو کیا اس کا سکون برباد کرنے والا شخص اب بھی یہاں موجود تھا؟ دور مدہم روشنی میں اسے کوئی نظر آیا۔ وہ شخص جو کوئی بھی تھا کپڑے سے آنکھوں کے نیچے چہرے کو چھپایا ہوا تھا۔ بڑا دروازہ کھول کر وہ گھر سے باہر نکل رہا تھا جب نگاہ کسی کی موجودگی پر پیچھے مڑی۔ دونوں کی نگاہ آپس میں ملیں۔ ہری آنکھوں نے اس قاتل کی آنکھوں کو دور سے دیکھا جو گھر سے فرار ہو رہا تھا۔ آنکھوں کے آگے بکھرے بال۔۔ وہ لمحے بھر کو وجاہت کو دیکھنے رکا تھا اور اس کم وقت میں بھی وجاہت نے اس کی آنکھوں کو دیکھ لیا تھا۔ دور جلتی چھوٹی لائٹ اس کی آنکھوں کو

دیکھنے کے لیے کافی نہیں تھیں۔ اندھیرے اور ماحول میں دھند ہونے کے باوجود وہ جتنا دیکھ سکتا تھا، سمجھ بیٹھا۔ قاتل فرار پا چکا تھا اور وجاہت کی ٹانگیں قدم بڑھانے سے انکاری ہو چکی تھیں۔ وہ آنکھیں۔۔ ہاں وہ آنکھیں کچھ جانی پہچانی تھیں۔۔ تو کیا اس چھپے چہرے کے پیچھے وہی شخص تھا جسے وجاہت نے سمجھا تھا مگر یقین نہیں کر پارہا تھا؟ اس کا چہرہ وحشت ناک ہونے لگا۔ دل میں انتقام کی آگ جنم لینے لگی۔ وہ پل بھر میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ ماحول گھٹن زدہ ہونے لگا۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی جب اسکی تکلیف سے آنکھ کھلی۔ وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھا اور سانس اندر کھینچنے لگا۔ ایئر کنڈیشنر کی تیز ہوا کے باوجود اس کا وجود پسینے سے شرابور تھا۔ آنکھیں پوری کھلی ہوئی تھیں۔ حالت بحال ہوئی تو وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ گہری نیلی جینز پہنے وہ اوپر سے شرٹ لیس تھا۔ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے اس نے وہ سب باتیں سوچیں جو اس کے لیے تکلیف کے باعث تھیں۔ گہری سانس خارج کی اور وارڈروب سے کپڑے نکال کر شاور لینے واش روم میں بڑھ گیا۔ ٹھنڈے پانی کے نیچے کھڑے ہو کر اس نے خود کو بہت بہتر محسوس کیا تھا۔ ایسے خواب بھی کتنے دردناک ہوتے ہیں جو ماضی یاد دلا دیتے ہیں۔ انسان کا خود پر بھی بس نہیں ہوتا۔ ہم جو چاہتے ہیں اور جس کے بارے میں پر یقین ہوتے ہیں کہ یہ ہو کر رہے گا کبھی کبھی وہ سوچ سے پرے اور امید کے برعکس

ہو جاتا ہے۔ بالوں کو تو لیے سے رگڑتا ہوا وہ باہر آیا۔ کالر والی شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ بالوں سے گرتی بوندیں کارپٹ پر جذب ہونے لگیں۔ اس نے تولیہ آنکھوں کے آگے سے ہٹایا تو سامنے دیکھ کر چونکا۔

"تم۔۔۔" لبوں پر بے اختیار گہری مسکراہٹ پھیلی۔ گیلے بکھرے بال آنکھوں کے آگے آنے لگے۔ سامنے کھڑی وہ لڑکی اسے دیکھ کر مبہم سا مسکرائی رہی تھی۔ کھلتا پیلا جوڑا اور ڈوپٹہ نفاست سے آگے پھیلا یا ہوا تھا۔ کھلے بال جو کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اسے گلاب کی سی معلوم ہوئی۔ بنا وقت ضائع کیے وہ اسکے قریب چلتا ہوا آیا۔

"تھوڑی دیر پہلے۔۔۔ میرے کہنے پر بابا چھوڑ کر گئے ہیں۔" وہ اس کے لیے ہی اتنا سچ سنور کر آئی تھی۔ وجاہت نے اس کو ہاتھوں سے تھام کر خود سے قریب کیا۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ ملنے آرہی ہو؟" ایک یہی تو لڑکی تھی جو اس کے لبوں پر اب بھی مسکراہٹ لے آتی تھی۔ اس کی پلکیں حیا کے باعث کچھ جھک گئیں۔

"پھر سر پر انز کیسے رہتا؟" وہ ہنس دی۔ اس کی ہنسی کی آواز وجاہت کے کانوں میں رس گھول گئی۔ کانوں میں لٹکی جمکھیوں کو انگلی سے جھلاتا وہ اسے محسوس کرنے لگا۔

"کیسا سر پر انز؟" اس کی ٹھوڑی اٹھاتا وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"میں نے شاندار سے ناشتہ بنایا ہے۔ ساتھ مل کر کریں گے۔" وہ خوش تھی۔ رخسار گلابی ہو رہے تھے۔ وجاہت نے اسکی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑا۔ وہ اس محبت پر آنکھیں موند گئی۔

"میں جلد تمہیں رخصت کر کے لے آؤں گا۔" کانوں میں ہلکی سی بھاری سرگوشی کی گئی۔ وہ کھلکھلا دی۔

"مزید انتظار ممکن ہے وجاہت۔" اسکے دونوں ہاتھ وجاہت کی گرفت میں تھے۔
 "مزید انتظار مشکل ہے جاناں۔" وہ اس سے اپنی جتنی محبت کا اظہار کرتا کم تھا۔۔۔ دل اس پر اٹکا ہوا تھا۔ ہری آنکھوں کا مرکز اس کی کاجل زدہ آنکھیں بن گئیں۔

"بہت دشوار ہوتا ہے

کسی کا ساتھ ہو کر بھی

کسی کے ساتھ نہ ہونا"

ہونٹوں نے جنبش کی تھی۔ سیاہ آنکھیں وجاہت کے چہرے پر ٹکی تھیں۔ اسکے چوڑے سینے پر ہاتھ رکھ کر وہ دنیا سے غافل ہوئے صرف اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہارے گھر میں جلد رخصتی کی بات کرنے والا ہوں۔ یہ دوریاں تڑپا رہی ہیں پریزے۔ محبت سے دور رہ کر تڑپنا نہیں چاہتا۔" گویا محبت کی سرگوشی کر دی گئی تھی۔ پریزے اس کی شرٹ کے بٹن بند کرنے لگی۔

"پریزے محمود سے پریزے وجاہت تو بنا ہی چکے ہو۔ اب ہاتھ تھام کر ہمیشہ کے لیے گھر لے آؤ گے توف بھی نہیں کروں گی۔" اسکی دھیمی آواز پر وجاہت نے آنکھیں موند کر کھولی تھیں۔

"میں اب مزید انتظار نہیں کروں گا۔" وہ اسکے بلکل نزدیک کھڑی تھی۔ وجاہت کے بالوں پر انگلیاں پھیرتی ہوئی اسے سکون پہنچا رہی تھی۔ وہ اپنی ساری تکلیفیں بھول گیا تھا۔ اس کی خوشی کا سامان۔۔۔ اس کی پریزے۔۔۔



"میٹنگ کینسل کر دی ہے۔" وہ عام سے لہجے میں بولا کیونکہ اسکے سامنے بیٹھا بندہ سنجیدگی کی آخری حدوں پر تھا۔ میر نے سرخ ہوتے چہرے کو دوسری جانب پھیر لیا جیسے اس بات کا جواب ہی نہ دینا چاہتا ہو۔ ساویز نے کھانے کا لقمہ منہ میں ڈال کر اسے دیکھا۔

"اب بس بھی کرو! دیکھو میں کتنا نارمل ہوں۔" اس نے کندھے اچکا کر دکھائے۔
 "وجاہت کی وجہ سے اپنا موڈ مت خراب کرو۔" زخمی ہاتھ پر اب پٹی بندھی تھی۔
 "وہ شخص ہمیں کبھی سکون نہیں لینے دے گا۔ کیا ہوتا اگر گاڑی زیادہ زور سے ہٹ
 ہوتی؟ جان بھی تو جاسکتی تھی۔" یہ غصہ نہیں بلکہ اس کی حد سے زیادہ سنجیدگی بول
 رہی تھی۔

"وہ مجھے کبھی نہیں مار سکتا میر۔۔" نگاہ اٹھا کر اس نے میر ویس کو تسلی دی تھی۔ "میں
 اس لیے نہیں کہہ رہا کہ میں اس کا دوست رہ چکا ہوں بلکہ اس لیے کیونکہ وہ خود شیور
 نہیں کہ قتل میں نے کیا ہے یا نہیں۔۔ اس نے کہا کہ وہ پچھتاوا نہیں پال سکتا۔" ساویز
 نے لہجہ ختم کر کے ٹشو سے منہ صاف کیا۔ میر کی بھنویں اب بھی چڑھی ہوئی تھیں۔
 ساویز نے سانس فضا میں تحلیل کی۔ وہ میر کا موڈ ٹھیک کرنے کا حل سوچنے لگا۔

"میں نے تمہاری کال ایک بوڑھے صاحب کے لیے کاٹی تھی۔ انکی طبیعت ٹھیک نہیں
 تھی اس لیے انہیں ان کے گھر چھوڑ آیا۔" ہاں یہ اچھا موضوع تھا۔ میر جانتا تھا کہ وہ
 کیوں اسے یہ سب بتا رہا ہے۔

"تو اس میں خاص کیا ہے؟"

"میری بات مکمل سنو۔ میں انہیں انکے گھر چھوڑ کر باہر نکل رہا تھا جب ایک لڑکی روتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ میں اسے صحیح سے دیکھ تو نہیں پایا مگر اتنا اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ انکی بیٹی تھی۔ اسکا کوئی پیچھا کرتا ہے اور وہ اپنی بیٹی کی اب جلد از جلد شادی کرنا چاہتے ہیں۔ نجانے وہ آوارہ بد معاش کون تھا۔ ہم کچھ مرد بھی خود کو اتنا مضبوط سمجھتے ہوئے سوچتے ہیں کہ عورت کے ساتھ جو کچھ بھی کر لو وہ خاموش ہی رہے گی۔۔۔ جیسے ہمارا ان پر حق ہو!" وہ واقعی یہ موضوع اس سے ڈسکس کرنا چاہتا تھا۔ اسکی آنکھیں اب بھی ساویر کے خیالوں میں گھوم رہی تھیں۔

"یہ تو واقعی برا ہوا۔ تمہیں نہیں لگتا انکی مدد کرنی چاہیے؟" میرا ایک ہاتھ کرسی کی پشت پر رکھتا ہوا بولا۔

"ہاں میں کل جاؤں گا۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گھڑی دیکھی۔ "تمہارا بریک ختم ہوئے پندرہ منٹ اوپر ہو گئے ہیں۔" کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ میرنے گہری سانس بھری اور اپنا کوٹ اٹھاتا ہوا باہر جانے لگا۔

"پہلے آؤ تمہیں گھر چھوڑ دوں۔ پھر چلا جاؤں گا۔" ساویر اپنا کوٹ کندھے پر ڈالتا ہوا اپنا پیٹی بندھا ہاتھ دھیرے سے اوپر کرتے اس کے پیچھے بڑھ گیا۔



"یہ رنگ تم پر اچھا لگتا ہے۔" وہ اپنی آفس ٹیبل کے ساتھ بیٹھی کام کر رہی تھی جب وہ آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ اس نے مڑ کر رافع کو دیکھا۔

"سوری مگر مجھے نہیں لگتا کہ اس بات کا ہمارے کام سے کوئی تعلق ہے!" اس نے ایک آنسو بھرنا چکا کر یاد دلایا۔

"میں تو بس تمہاری تعریف کر رہا تھا۔" اسے ذرا اثر مندگی نہیں تھی۔

"میں یہاں صرف کام کے لیے آتی ہوں اپنی تعریف سننے نہیں سر! اس لیے بہتر ہوگا ہم دونوں اپنے اپنے کام پر توجہ دیں۔" اتنا کام ہونے کے باوجود بھی وہ ڈھٹائی سے کرسی اسکی طرف کر کے بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ نگاہ اوپر سے نیچے تک کا سفر کر رہی تھیں۔ وہ جب پہلی بار نہیں کر رہی تھی اس لیے جانتی تھی کہ ہر جگہ کوئی کوئی رافع جیسا مرد ضرور موجود ہوتا ہے۔ اس نے دور نعمان کو دیکھا جو آفس کے اس کمرے میں ان کو ملا تیسرا سا تھی تھا۔ وہ فائلز جمع کر کے باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

"اگر یہ کہا جائے کہ آپ بہت خوبصورت ہیں تو کچھ برا نہیں ہوگا۔" اسکی آنکھیں تھیں یا اسکینر مشین۔۔ عاشی کو اندر گھستی ہوئی محسوس ہوئیں۔ دل عجیب سا گھبرانے لگا۔ اسکی بات پر کرسی سے ڈاکو منٹس اٹھاتا نعمان چونکا۔ نگاہ اٹھ کر رافع پر گئی جو اب بھی بلا جھجک عاشی کی پشت تک رہا تھا۔ عاشی نے آنکھوں کے اشارے سے نعمان کو

باہر جانے سے منع کیا۔ وہ اس کمرے میں کم از کم رافع کے ساتھ اکیلے کام کرنا نہیں چاہتی تھی۔ ہاں وہ بہت بہادر تھی۔۔ ایک کانفیڈنٹ مضبوط لڑکی جو اپنی زندگی کے فیصلے خود لینے کی عادی تھی۔۔ مگر وہ یہاں کمزور پڑ گئی تھی۔۔ اس سے سختی سے بات کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ اس سب کے باوجود بھی ایسے ہی گفتگو کرتا تھا۔

نعمان وہیں بیٹھ کر رافع کو تکتے لگا۔

"مسٹر رافع! نعمان نے کچھ مضبوطی سے کہا۔" باس کے ٹیبل سے دستخط کی فائلز اٹھا کر لے آئیں بڑی مہربانی ہوگی۔۔" رافع نے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

"میں؟؟؟ میں کیوں؟" رافع الجھا۔

"کیونکہ ہم سب یہاں کام میں بے حد مصروف ہیں اور آپ بے انتہا فارغ ہیں اور فارغ رہنے کے لیے آفس نہیں آیا جاتا تو پھر جائیں فائلز اٹھا کر لے آئیں مجھے انکی ضرورت ہے۔" عاشی کو نعمان کا یوں کہنا اچھا لگا۔

"میں اپنے حصے کا کام کر چکا ہوں۔" رافع نے بھرم دکھایا۔

"تو کیوں نہ دوسروں کو بھی انکے کام کرنے دیے جائیں؟ انکی تعریف کر کے ان پر نظر رکھ کر انہیں بے سکون نہ کیا جائے۔" آواز میں کچھ سختی تھی کہ رافع بھی خاموش ہو

گیا تھا۔ عاشی کی اسکی جانب پشت تھی۔ وہ کھل کر مسکرائی تھی۔ آج یہ سبق اسکے لیے کافی تھا۔



"باس میر ولس آیا ہے۔" فراز تیزی سے اسکے روم میں داخل ہوا۔ وجاہت جو کرسی موڑ کر دوسرے رخ پر بیٹھا تھا اس بات پر سیدھا ہو کر بیٹھا۔ فراز کے پیچھے دروازے سے میر دو آدمیوں کو دھکادے کر اندر داخل ہوا تھا۔

"اوہ! میرا دوست آیا ہے۔" بائیں گال کا ڈمپل گہرا ہوا۔ "وہاں مت کھڑے رہو فراز! یہ کرسی آگے کر و تاکہ وہ بیٹھ سکے۔" نگاہ میر ولس پر ٹکی ہوئی تھی۔ میر ولس سنجیدگی سے اسکی جانب بڑھا۔ وجاہت نے ٹانگ پر ٹانگ جما کر میز پر رکھا لپ ٹاپ بند کیا۔ میر ولس نے ہاتھ میں لٹکی اپنی جیکٹ خالی چسیر پر پھینکی۔

"تم جو کر رہے ہو وہ ٹھیک نہیں وجاہت! آفس ٹیبل پر دونوں ہتھیلیاں جما کر وہ کچھ جھکا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ میں کچھ غلط کر رہا ہوں!" ڈھیر سارا طمینان چہرے پر سجا تھا۔
 "اپنی چالوں کو ساویز پر مت آزماؤ! ہمیں جینے دو!" وہ چیخ نہیں رہا تھا مضبوطی سے

بات کر رہا تھا۔

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں یار! مجھے تم سے کوئی غرض نہیں۔۔ تم خوا مخواہ مجھے اپنا دشمن بنا رہے ہو۔ مجھ پر غصہ کرو، چیخو۔۔ مگر وجاہت تمہیں پھر بھی کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تم محفوظ ہو میرے یار۔۔" اسکا لہجہ نرم تھا۔ لبوں پر ہلکی مسکراہٹ قائم تھی۔

"تم ہی نے کہا تھا نا کہ اس رات بہت اندھیرا تھا؟ پھر تمہیں کیسے اس پر ساویز گمان ہو سکتا ہے؟ بے کار بات ہے! تم اپنا وقت ہم پر ضائع کر رہے ہو! میں ساویز کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ بس بتا رہا ہوں کہ یہ چھ ماہ کسی کاسکون برباد کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ اب ہم سے دور رہو!" میز پر ہاتھ مار کر وہ اسے ایک نظر دیکھتا باہر نکل گیا۔ وجاہت خاموش رہا۔ نگاہ وہیں پر ٹکی تھیں جہاں سے میرا ویس باہر نکلا تھا۔ وہ جس پوزیشن میں بیٹھا تھا، ذرا بھی ہلا نہیں۔۔ چند سیکنڈ بعد اس کی بھاری آواز گونجی۔

"اسکی جیکٹ دے کر آؤ۔" وہ چیئر پر ہی اپنی بھوری جیکٹ بھول گیا تھا۔ فراز اثبات میں سر ہلاتا جیکٹ اٹھا کر باہر چلا گیا جبکہ وجاہت گہری سانس خارج کیے خاموش بیٹھا اپنی سوچوں میں ڈوب گیا۔



اگلے دن وہ آفس جانے سے پہلے ان سے ملنے چلا آیا تھا۔ ڈاکٹر کو کال کر کے بلا یا گیا حالانکہ ابرار نے کتنا ہی منع کیا مگر وہ یہ کہہ کر خاموش کروا گیا کہ اللہ نے اسے ان کی مدد کرنے بھیجا ہے۔ نگاہیں ارد گرد اس لڑکی کو ڈھونڈ رہی تھیں جسے وہ صرف آنکھوں سے پہچانتا تھا۔ چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں شاید کچھ مہمان بیٹھے تھے مگر وہ باہر ابرار صاحب کے ساتھ تھا۔

"کیا کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہیں آپ؟ یہ سب آپکی صحت کے لیے درست نہیں ابرار صاحب۔" ڈاکٹر نے چیک کرتے ہوئے کہا۔ ابرار نے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

"یہ پریشانیوں کو سر پر سوار کر لیتے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ پہلے بھی کئی بار کہا ہے کہ اپنا خیال رکھا کریں مگر وہ بھی کیا کریں۔ اب کسی پر بھی انکی گرفت نہیں رہی۔" عفت پریشان تھیں۔

"آپ مہمانوں کے پاس جائیں عفت۔۔ غنایہ کو مومنہ خالہ اور ان کے بیٹے کے ساتھ اکیلانہ چھوڑیں بلکہ جائیں سعدان سے باتیں کریں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔"

ساویز کو تو جیسے کچھ سمجھ ہی نہ آیا۔

"ذہن پر کم زور ڈالیں۔۔ کھانے کا خاص خیال رکھیں اور زیادہ خود کو مت تھکائیں۔
جب آپ ان باتوں کا خیال رکھیں گے تو ہی بہتر کر سکیں گے۔" ڈاکٹر ہدایات دے رہا
تھا۔

"میں کوشش کروں گا۔" ان کی آنکھیں بوجھل تھیں۔

"آپ دوائیاں لکھ دیں ڈاکٹر۔۔" ساویز نے کہتے ساتھ سینے پر ہاتھ باندھے۔ دوائیوں
کا پرچار ابرار نے پکڑنا چاہا ہی تھا کہ ساویز نے تھام لیا۔

"تمہارا پہلے ہی مجھ پر احسان ہے بیٹا۔ میں اب مزید تمہیں مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔
کوئی بات نہیں یہ دوائیاں میں خود لے لوں گا۔" انہیں ساویز کی نرم مزاجی پہلی ہی نظر
میں بھاگئی تھی اور اب وہ بار بار شرمندہ ہو رہے تھے۔

"بیٹا بھی کہہ رہے ہیں اور اس تیمارداری کو احسان بھی کہہ رہے ہیں سر! یہ کیا بات
ہوئی بھلا۔" وہ مسکرا دیا اور ان کی کمر سہلانے لگا۔ "مجھے اپنا بیٹا سمجھیں۔"

ابرا صاحب کا دل چاہا روپڑیں۔ انہیں آج تک کبھی بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہوئی تھی
مگر ساویز کا یوں کہنا انہیں نجانے کیوں رلا گیا۔

"اگر میرا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ شاید تمہارے جیسا ہوتا۔" آنکھیں نم تھیں۔ ساویز کا دل

سکڑا۔ وہ ابھی کچھ کہتا ہی کہ دروازے کے اندر تن فن کرتی ایک عورت گھسی۔ اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ابرار صاحب کو دیکھا جن کی رنگت فق ہوئی تھی۔

"میں نے تم لوگوں سے پہلے بھی کہا تھا غنا یہ صرف بیٹے کے ساتھ بیاہی جائے گی۔" وہ ہمیشہ کی طرح اپنا زور چلانے کے لیے چیخی تھیں۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے مہمان چونک کر آنے والی عورت کو دیکھنے لگے۔

"تم لوگوں کو کیا لگتا ہے؟ محلے میں چھپکے سے بیاہ دو گے اور ہم کو خبر بھی نہیں ہوگی بی بی؟؟" وہ ڈرائنگ روم میں مہمانوں کے سر پر کھڑی چلا رہی تھیں۔ غنا یہ گھبرا کر کمرے میں چلی گئی۔ اس تماشے پر مہمان اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا بات کر رہی ہیں آپ!" ساویز کو باہر کسی مرد کی آواز آئی۔ "ہم خود رشتہ لائے ہیں۔"

"ویسے حیرت ہے عفت!" عام عورتوں کی طرح ہاتھ نچانچا کر بات کرتی وہ عورت ساویز کو پہلی ہی نظر میں بری لگی تھی۔ "تم لوگوں نے بتایا نہیں کہ باصم تمہاری غنا یہ سے کتنی محبت کرتا ہے اور شادی بھی صرف اسی سے کرے گا! درمیان میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹا کر اسے بیاہ کر لے جائے گا۔ اوہ ہائے تم لوگوں نے سوچا بھی کیسے کہ چھپکے سے اس کی کہیں اور بات چلا دو گے۔"

مہمان وہاں سے بڑبڑا کر غصہ دکھاتے ہوئے باہر نکل گئے۔

"تم نے مجھ سے کیوں چھپایا عفت؟" مومنہ خالہ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ "اتنا ذلیل کرنے کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں!!" وہ کٹیلے لہجے میں طنز کرتی بیٹے کے ہمراہ باہر نکل گئیں۔ گھر میں گویا ایک شور مچا تھا۔ ساویز کو کبھی یوں شور تماشے کی عادت نہیں رہی۔ اپنے گھر میں وہ ایک اکیلا فرد ہی تو تھا۔ عفت سن ہوتے ہوئے وہیں صوفے پر گر گئیں۔

"تم لوگوں کی چلاکیاں ہم مزید برداشت نہیں کریں گے۔ اگلے ہفتے آؤں گی بیٹے اور قاضی کے ساتھ۔۔۔ جب تک نکاح نہیں پڑھو اوگے گھر نہیں لوٹوں گی۔۔۔ اور ہاں یاد رکھنا! باصم کو خبر ہو گئی ہے وہ اب کیسے اپنے غصے کا اظہار کرتا ہے مجھے علم نہیں۔۔۔ سننجل کر رہنا۔۔۔" وہ عورت جس طرح آئی تھی اس طرح پلٹ گئی۔ ساویز نے ایک نظر اس جاتی عورت کو دیکھ کر پیچھے دیکھا ہی تھا کہ بوکھلا گیا۔ ابرار صدمے کے باعث اوندھا منہ گرتے اگر وہ تھام نہ لیتا۔۔۔

بمشکل انکی طبیعت قابو میں آئی تھی۔ ڈاکٹر کے کہنے پر انہیں آرام کا انجکشن لگا کر پرسکون کر دیا تھا۔ ساویز گھر لوٹ تو گیا تھا مگر دل بے چین تھا۔ اسے رہ رہ کر ابرار اور عفت کا خیال آ رہا تھا جو اتنے بڑے صدمے سے دوچار ہوئے تھے۔ باصم نامی وہ شخص

جو بھی تھا مگر ساویز کے نزدیک نفرت کے باعث تھا۔ اس رات بار بار سوچ کر بلا آخر اس نے ایک فیصلہ لیا۔ ایک عجیب فیصلہ۔۔ اگلے دن وہ سب سے پہلے ان کے گھر پہنچا اور ابرار صاحب سے بات کرنی چاہی۔ وہ اس کے یوں آنے پر حیران تھے۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے سر۔" وہ زندگی میں پہلی بار تھوڑا ہچکچایا تھا۔ ابرار صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں بیٹا میں سن رہا ہوں۔"

"میں آپکی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" وہ یکدم بولا۔ ساویز جانتا تھا کہ اسے اتنے اصرار نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ ابرار اور عفت اس عورت کی وجہ سے پہلے ہی پریشان تھے۔ اس نے کہا تھا کہ اگلے ہفتے وہ اپنے بیٹے کے ساتھ آئے گی اور یہ بات انہیں مزید گھبرانے پر مجبور کر گئی تھی۔ ابرار صاحب کی آنکھیں حیرت سے پھٹیں۔ ساویز کی آواز پر عفت کمرے سے باہر نکل کر آ گئیں۔ ابرار عفت کو دیکھتے ہوئے اسکی طرف متوجہ ہوئے۔

"کیا کہہ رہے ہو بیٹا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا تم نے اسے کہیں دیکھا ہے؟" انکے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے کہ کہیں وہ انکی بیٹی کو پہلے سے تو نہیں جانتا تھا؟ کیا یہ سب محبت کا چکر تھا؟

"میں نے انہیں کہیں نہیں دیکھا بلکہ مجھے تو علم بھی نہیں ہے کہ وہ کیسی دکھتی ہیں۔ کل جو کچھ یہاں ہوا۔۔ میں نہیں جانتا وہ تماشہ کرنے والی عورت کون تھی اور وہ لڑکا باصم! مگر اب میں ان سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ہتھیلیاں دھیرے سے آپس میں رگڑ رہا تھا۔

"کیا یہ سب ہمدردی ہے؟" انہیں ایسا گوارا نہیں تھا۔

"نہیں بلکل نہیں۔۔ دراصل چند سالوں پہلے میں نے تہیہ کیا تھا کہ جلد شادی نہیں کروں گا۔ میرے بابادو سال سے سنگاپور میں ہیں اور گھر میں کوئی اور فرد نہیں۔ اب احساس ہوتا ہے کہ بس اب اپنی زندگی بسالینی چاہیے۔" اسکے علاوہ بھی اس کے پاس ایک بڑی وجہ تھی جسے وہ بتا نہیں سکتا تھا۔ ایک اہم اور اصل وجہ۔۔ عفت کہیں حد تک مطمئن تھیں مگر ابرار کے دل میں اب بھی کئی سوالات تھے۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ جو ان مرد ہو اور ساتھ اتنا پیسہ ہو مگر دل کہیں اور نہ لگایا ہو؟ گھر میں کوئی فرد نہیں کیا یہ کہیں کوئی جھوٹ تو نہیں؟ ساویز نے دوسری جانب خاموشی محسوس کی تو ابرار صاحب کو دیکھا۔

"کیا آپ کو یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا؟" کہیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

"نہیں ساویز۔۔ بیٹی کا معاملہ ہے جانچ پڑتال کرنی پڑتی ہے۔" وہ پھیکا سا مسکرائے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں اپنی کمپنی کا ایڈرس اور گھر کا پتہ دے دوں گا۔ اپنے دل کی تسلی کر لیں اور اگر آپ کو کوئی قباحت نظر نہیں آتی تو میں آپ کی کال کا انتظار کروں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے ارادوں میں کتنا سچا تھا اسے اچھی طرح علم تھا۔ اس کی کوئی بھی بات جھوٹ نہیں تھی۔۔ بس وہ ایک بات چھپا گیا تھا۔



اس نے گاڑی کی چابی بستر پر پھینک کر اپنی وارڈروب سے کپڑے نکالے۔ وہ گھر زیادہ بڑا نہیں تھا مگر کیونکہ وہ یہاں اکیلی رہتی تھی اس لیے کافی تھا۔ یہ گاڑی اسے آفس کی طرف سے ملی تھی۔ وہ ہر بار بے تابی سے اتوار کا انتظار کرتی تاکہ سکون حاصل کر سکے اور پورا اتوار سو کر گزار دیتی۔ شاید یہ چھ دنوں کی تھکاوٹ کا نتیجہ ہوتا تھا۔ ڈوپٹہ وہ پہلے ہی اتار چکی تھی۔ گلابی کرتی تبدیل کر کے اس نے ڈھیلی ڈھالی سیٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہن لیا۔۔ فریج سے دو دن پرانا سالن نکال کر گرم کیا اور ڈبل روٹی سینکتی ہوئی ٹرے سجا کر باہر لے آئی۔ کمرے کی کھڑکی کھول کر اس نے کمرے کی میز پر کھانا رکھا اور اوٹ پٹانگ طریقے سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ کاش کہ اس پر کام کا بوجھ تھوڑا کم ہو جائے اور وہ گھر والوں سے ملنے جاسکے۔ کتنے ہی دن ہو گئے تھے اور اس نے غنایہ کو کال بھی نہیں کی تھی۔ خود کو پالنے کے لیے کمانا پڑتا ہے جبکہ اپنے گھر میں باپ کے پیسوں پر

عیاشی ہوتی ہے۔۔ اسے باپ کی کافی چیزوں سے اعتراض تھا اور یہی بات ابرار اور عاشی کے درمیان تکرار کی وجہ بنتی۔ آفس میں بات کرنے کا دل نہیں کرتا اور گھر پر کوئی بات کرنے والا نہیں ہوتا۔۔ بس گزر رہی تھی زندگی۔۔ کچھ اپنے فیصلوں پر۔۔



دو دن مزید گزر گئے اور اتوار کا روز آ گیا۔ رات میر نے اماں کے گھر ہی گزاری تھی اور ہمیشہ کی طرح رومانے اسے صبح جلدی اٹھادیا تھا۔

"شائستہ باجی نے اپنی بیٹی کا رشتہ دیا ہے۔" اماں ایک بار پھر وہی موضوع لے کر آچکی تھیں۔ وہ چونکا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"انہوں نے خود اپنی بیٹی کا رشتہ دیا ہے؟" ناشتے کی میز پر لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا گیا۔

"ہاں انہیں تم اپنی بیٹی کے لیے کافی پسند ہو۔ کیا کہتے ہو؟ بات چلاؤں؟" اماں کو تو صرف موقع چاہیے تھا۔ میر نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے۔

"بس اماں! خدارا اس موضوع کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔" وہ اب گزارش کر رہا تھا۔ برابر بیٹھی رومانے اماں کو اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔

"ارے بھی کیا ہو گیا۔ بس بھی کرو یہ تماشے! میں نے کہہ دیا میر ویس اب میں تمہارے کہنے پر نہیں چلوں گی۔" لہجہ غصیلا تھا۔ رومانے میر کو دیکھا جو سپاٹ تاثرات سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔ یقیناً اب جو ہونے والا تھا وہ ٹھیک نہیں تھا۔ میر ویس اپنا ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ چکا تھا۔ روما کو دکھ ہوا۔

"اماں یہ کیا کیا آپ نے!" میر ویس کے کمرے میں جانے کے بعد رومانے روہانسا ہوتے ہوئے پوچھا۔ "وہ اب چلا جائے گا۔" اس کا دل چاہا رو دے۔ اماں خاموش غصے میں بیٹھی رہیں۔ تقریباً دو منٹ بعد میر ویس اپنا لیپ ٹاپ بیگ اور آفس کا کوٹ لے کر باہر نکلا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میرومت جاؤ۔" اسکی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ وہ باہر نکل رہا تھا جب اس نے روما کی آواز سنی۔

"میں ابھی یہاں مزید ٹھہرنا نہیں چاہتا۔ تم رونامت! میں شام میں آ کر تمہیں اپارٹمنٹ لے جاؤں گا۔" اسکی بات روما کو کچھ مطمئن کر گئی۔ میر ویس نے خدا حافظ کہتے ہوئے باہر کی راہ لی۔ اماں بے سکونی سے سانس بھر کر رہ گئیں۔



"میں انکی پسند سے شادی نہیں کر سکتا! وہ کیوں نہیں سمجھتیں۔" کام کا دباؤ پہلے ہی بہت تھا اور ایک یہ مزید پریشانی آگئی تھی۔ "میں فالحال شادی ہی نہیں کرنا چاہتا۔" "مگر میں شادی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔" ساویر نے یکدم کہا۔ وہ اسے ابھی اس لڑکی سے شادی کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا۔

"تو؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہوا؟" وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"جب سے وجاہت دشمن بنا بیٹھا ہے، میری زندگی میں کافی بدلاؤ آیا ہے۔ ایک پل سکون حاصل نہیں ہوا اور اب میں مزید بے سکون نہیں رہ سکتا۔ پہلے لگتا تھا کہ شادی کی ضرورت نہیں مگر میں مزید وجاہت کی وجہ سے اپنا دماغ خراب نہیں کرنا چاہتا۔ اب چاہتا ہوں کہ زندگی بسالوں تاکہ کچھ مصروف بھی ہو جاؤں اور پھر شاید وجاہت کا زور بھی کم ہو جائے گا۔" شادی کرنے کی یہ اہم اور اصل وجہ تھی جو اس نے ابرار سے چھپالی تھی۔ میر ولس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھ سے پوچھو تو یہ تمہارا ایک بہترین فیصلہ ہے۔" اسکے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ساویر اس فیصلہ پر پہلے ہی کام کر چکا ہے۔ اگر علم ہوتا تو شاید اتنا سکون سے نہ بیٹھا ہوتا۔



"دو دن سے جو لڑکا آ رہا تھا اسکو تم نے دیکھا؟" عفت کا دل جانے کیوں مطمئن تھا۔

"نہیں میں انکے سامنے نہیں گئی۔ آپ لوگوں سے ہی سنا ہے۔" غنایہ اپنا اسائمنٹ بنا رہی تھی۔ موسم کافی خوشگوار تھا۔ لگتا تھا جیسے بادل برس جائیں گے۔

"میں اسکی کوئی تصویر منگوا لوں گی تاکہ تمہیں دکھا سکوں۔" وہ کچن میں دوپہر کا کھانا بنا رہی تھیں جبکہ غنایہ کچھ فاصلے پر میز کے ساتھ کام کر رہی تھی۔

"نہیں اسکی ضرورت نہیں۔ ان حالات میں میری پسندنا پسند کوئی معنی نہیں رکھتی۔ آپ جن سے کہیں گے میں شادی کر لوں گی۔" اس کا لہجہ بے حد عام سا تھا۔

"یہ تو انکو اڑی کرنے کے بعد ہی پتا چلے گا کہ وہ کس طرح کا لڑکا ہے۔ تمہارا ابا کا بہت خیال رکھا ہے۔ اچھا لڑکا ہے مگر شادی کے لیے صرف اچھا ہونا کافی نہیں ہوتا۔" ابرار کے دل میں طرح طرح کی خدشے تھے۔ اگر وہ لڑکا درست نہ نکلا تو پھر کیا ہوگا؟ اگلے ہفتے بھابھی اپنے بیٹے کے ہمراہ نکاح نامہ ساتھ لے کر آئیں گی اور تماشے کرنے لگیں گی۔ زبان بار بار خدا کی تسبیح کر رہی تھی۔ ابرار صاحب کو ساویز کے دیے گئے پتے پر جا کر انکو اڑی کرنی تھی مگر ان کی گرتی صحت انہیں بستر سے اٹھنے نہیں دے رہی تھی۔ انہیں ساویز کے خلوص پر شک نہیں تھا مگر چونکہ بیٹی کا معاملہ تھا اس لیے ہر چیز باریک بینی سے دیکھنا چاہتے تھے۔ محلے میں باصم کی کہانیاں مشہور ہو چکی تھیں۔ نہ اپنا کوئی

رشتہ دار تھا جسے وہ انکو اتری کا کہتے۔۔ اور جو محلے والے تھے وہ باصم کاسن کر دور ہٹ گئے تھے۔ یہ سب انکے لیے محض پریشانی کے کچھ نہ لایا۔ باصم کے خوف سے انہوں نے یہ دو دن غنا یہ کو یونیورسٹی بھی نہیں جانے دیا۔ وہ پورے گھر میں گھبرائی بوکھلائی پھر رہی تھی۔ آنے والا وقت دلوں میں مزید خوف بڑھا رہا تھا۔ نجانے کیا ہونے والا تھا۔



♡ جاری ہے ♡



ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔
 ہمیں اپنی ویب نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی
 ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ
 کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے
 ہیں۔
 Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

(Neramag@gmail.com)

(انشا اللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات

کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایر میگزین